وقائع

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

قاہرہ کا ایک مطالعاتی سفر

گذشتہ ماہ جنوری میں ,,المجلس الاعلی للشؤن الدینیہ بالقاھرۃ کی جانب سے پاکستان کے تین دینی رسائل کی ادارت سے وابستہ ارکان کو قاھرہ کے دورہ کی دعوت دی گئی ، جن میں دو اھل علم مولانا یوسف لدھیانوی (بیّنات کراچی) اور جناب زاھد اشرف (المنبر) ، فیصل آباد کے علاوہ راقم الحروف بھی شامل تھا ۔ بعض وجوہ کی بناء پر مولانا یوسف لدھیانوی صاحب یہ سفر اختیار نہ کر سکے ، اور ھم ان کی صالح صحبتوں کے فیضان سے محروم رہے ۔ دفتری اور رسمی کاروائیوں کی تکمیل کے مراحل طے ہوتے ہوتے دو تین ماہ گذر گئے اور یوں ایک ماہ قبل یعنی ۱۲ مئی ۱۹۸۶ء (۲ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ) کو سفر قاھرہ کیلئے روانگی ممکن ہوئی ۔ جناب زاھد اشرف صاحب سے بدستور رابطہ تھا اس لئے تاریخ کا تعین ان کی رضا مندی سے کیا گیا ۔ چنانچہ ھم کراچی کے ہوائی مستقر پر ھی اکٹھے ہو گئے اور رات تقریباً ۲ بجے پاک سر زمین سے قاھرہ کیلئے رخصت ہوئے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد پی آئی اے کا یہ طیارہ دوبئی اترا اور ھمیں ایک گھنٹے کیلئے ہوائی اڈہ کی حدود کے اندر گھومنے کا موقعہ ملا ۔ ائیرپورٹ کی خوبصورت عمارت ، ڈیوٹی فری شاپنگ سنٹر اور دیگر سامان آرائش

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

و زینت تیل کی دولت کے بھر پور مظاہر تھے ۔ دوکانوں پر تقریباً سو فیصد خواتین کام کر رہی تھیں اور کھلے عام شراب فروخت ہو رہی تھی، البتہ ایک کونے میں تصاویر، پینٹنگز کے ذریعے عربی اسلامی تہذیب کے آثار مسافروں کو اس امر کی جانب متوجہ کر رہے تھے کہ خبردار/تم اس وقت ایک مسلمان ملک کی سر زمین پر کھڑے ہو ۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد دوبئی سے رخصت ہوئے اور قاھرہ کے وقت کے مطابق تقریباً سوا چھ بجے صبح (پاکستانی وقت ۱۵ ـ ۹) ہم قاھرہ ائیر پورٹ یعنی اپنے اس سفر کی منزل پروارد ہوئے ۔ ہوائی اڈہ کی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے صدر دروازے کے اوپر لکھی ہوئی یہ آیۃ کریمۃ ,,ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین،، ہر آنے والے مسافر کو مصر کی قدیم تاریخ اور تہذیب و ثقافت پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے ۔ ہوائی اڈے پر پاکستانی سفارتخانے کے احباب پیشوائی کے لئے تشریف لائے تھے اس لئے کسی خاص دقت کا سامنا نہیں ہوا ۔ وھیں معلوم ہوا کہ سفیر پاکستان راجہ محمد ظفر الحق صاحب کے ایماء پر ھمارا قیام انہی کی اقامت گاہ پر ہے ، چنانچہ ہم ائیرپورٹ سے اپنی جائے قیام کو روانہ ہوئے ۔ راستے کے مناظر ، عمارات ، لوگوں اور راہ گیروں کو دیکھ کر ھمارا ملا جلا تاثر یہ تھا کہ یہ قدیم اسلامی شہر بیک وقت ، امیر بھی ہے اور غریب بھی۔ اور اس امارت و غربت میں خاصا فاصلہ ہے۔

سفیر پاکستان کی قیام گاہ جو پاکستان ھاؤس کہلاتی ہے ، نیل کے کنارے واقع ہے اور جب چاھیں دائیں جانب کی کھڑکی کھول کر نیل کے خوبصورت منظر اور خنک ھواؤں سے لطف اندوز ہو سکتے ھیں ۔ نماز ظہر کے بعد ہم نیل کے کنارے چہل قدمی کیلئے نکلے ۔ نیل کے کنارے پر ھی پولیس چھاؤنی ہے ۔ یہاں ایک خوبصورت

مسجد ہے ، جسکے انتظام و انصرام کا ذمہ دار محکمہ پولیس ہے۔ ہم نے عصر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی ، نماز عصر کے بعد امام صاحب نے ہم سے نہایت پرتپاک طریقے سے مصافحہ کیا ، بوسے دیئے ، ہم سے بھی جواباً توقع رکھتے تھے مگر ہم شرما گئے (البتہ چند روز بعد جھجھک دور ہو گئی) ہمیں پہلے ہی دن ان پہلے مولانا سے ملاقات کے بعد اندازہ ہو گیا کہ راجہ ظفر الحق پاکستان کی طرح مصر میں بھی علماء کے ساتھ قریبی تعلق قائم کئیے ہوئے ہیں اور وہ اہلِ علم اور دینی حلقوں میں قدر و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ۔

شام کو ہمیں مصر سے متعلق مختصر بریفنگ دی گئی ، بتایا گیا کہ اس وقت مصر ترقی کی راہ پر تیزی کے ساتھ گامزن ہے۔ کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے بعد مصر اپنی ساری توانائی تعمیر و ترقی پر صرف کر رہا ہے۔ اور اس وقت اسـرائیل کے بعد مصر کو امریکہ کی طرف سے سب سے زیادہ امداد دی جا رہی ہے اور مصری اس امداد کو دانشمندی اور تنظیم کے ساتھ استعمال میں لا رہے ہیں ۔ چنانچہ صنعتی و زرعی میدان میں بےپناہ ترقی ہو رہی ہے۔ ہم نے بچشم خود تعمیراتی کاموں کی تیز رفتاری کا مشاہدہ کیا ۔ یہ بھی سنا کہ مصر میں کوئی چوری کوئی car Lifting نہیں ۔ تین تین سال لوگ گھروں سے باہر رہتے ہیں اور ان کے گھر محفوظ رہتے ہیں ۔

ایک نہایت اہم بات جو اس بریفنگ کے دوران سامنے آئی وہ ہمارے عمائدیـن حکومت کیلئے توجہ طلب ہے : بتایا گیا کہ مصری کابینہ میں نمائندگی متعلقہ وزارت کے امور میں تجربہ ، قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ نمائندگی برائے نمائندگی کا کوئی تصور نہیں ۔

قاہرہ میں تراویح کی پہلی نماز ہم نے ۱۳ مئی (یعنـی ۳/ رمضـان المبارک) کـو الجامع الازہر میں ادا کی ۔ اسلامی علوم کا

ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے یہ خواہش ہمیشہ رہی کہ کبھی خدا موقعہ دے تو مسلمانوں کی اس عظیم درسگاہ کو دیکھا جائے۔ آج اس خواہش کی تکمیل پر دل میں ایک عجیب سرور کی کیفیت تھی۔ الجامع الازہر جو الازہر کی قدیم جامعہ بھی ہے ، ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ جگہ جگہ سے مرمت طلب ہے۔ نامعلوم وجوہ کی بناء پر اسکی مرمت نہیں کی گئی ، اسکی یہ قدامت خود اپنی تاریخ بیان کر رہی ہے۔ مسجد میں پہنچے تو میری نظریں طہ حسین کی الایام کی ورق گردانی کرنے لگیں ۔ مسجد کے چاروں طرف کے برآمدے تدریس کے لئے استعمال ہوتے آئے ھیں ، طہ حسین کے زمانے میں یہاں چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس ہوتی تھی آج ان برآمدوں میں چھوٹی چھوٹی کرسیاں اور میزیں بچھی ھیں ۔ جبکہ الازہر کا نیا کیمپس ہماری جدید ترین یونیورسٹیوں کی طرز پر ہے ، اسکے باوجود دعوۃ کی کلاسیں اسی مسجد کے برآمدوں میں ہوتی ھیں ۔

قاھرہ میں ٦٠ فیصد شافعی المسلک اور ۴۰ فیصد حنفی ھیں ۔ اکثر و بیشتر مساجد میں تراویح کی آٹھ رکعتیں ھی ادا کی جاتی ھیں لیکن ازہر میں بیس رکعتیں ادا کی جاتی ھیں ۔ دوران نماز مختصر آیات تلاوت کی جاتی ھیں ۔ کوشش کی جاتی ہے کہ تین آیات سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ ہمارے لئے یہ امر خاصا تعجب کا باعث ہوا کہ دنیائے اسلام کی اس عظیم درسگاہ کی جامع مسجد میں جو شہر کے عین وسط میں واقع ہے نمازیوں کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ نہ تھی۔ نماز تراویح کے بعد امام صاحب سے ملاقات ہوئی۔ خوش وضع، ڈاڑھی اور مونچھوں سے بےنیاز امام صاحب نے ٹھنڈے مشروب سے ہماری تواضع کی۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہم نے قیام قاھرہ کے دوران میں مصر کی کسی مسجد کا کوئی امام یا خطیب باریش نہیں دیکھا ، کوئی اور صاحب اس جستجو میں کامیاب ہوگئے ہوں تو میری محرومی کو میری کوتاہ نظری پر محمول کیا جائے

نماز تراویح کے بعد مسجد حسین دیکھنے گئے یہ خوبصورت مسجد ازہر سے بالکل قریب ہے، تزیین و آرائش کے لحاظ سے مصر کی مساجد میں نمایاں ہے۔ یہاں نمازیوں کا خاصا ھجوم تھا، مسجد کے باہر بھی مردوں اور خواتین کا بےپناہ ازدھام تھا۔ مسجد سے ملحق حضرت حسینؓ کے سر مبارک کا مزار بنا ہوا ہے۔ تاریخی اعتبار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا مصر پہنچنا متحقق نہیں، لیکن بہرحال اس نام سے یہ مزار وہاں پر موجود ہے۔ جہاں زائرین نہایت کثیر تعداد میں حاضری دیتے ھیں، خاصی تعداد میں لوگ مزار کے اردگرد تلاوت کلام پاک میں مصروف تھے۔ ان چند ایام میں محسوس ہوا کہ مصر میں تصوف کا حلقہ نہایت وسیع ہے، مزارات پر حاضری، مزارات کا احترام، اور صوفیہ سے عقیدت کے مظاہر ہر جگہ نظر آتے ھیں۔ مسجد حسینؓ سے ملحق ایک وسیع و عریض ھال میں کسی سلسلہ کے بزرگ اپنے عقیدتمندوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے بڑی تعداد میں خواتین و حضرات کا مجمع تھا۔ خواتین اسکرٹ پہنے حلقہ میں جاتے ہوئے کوئی ھچکچاھٹ محسوس نہیں کر رھی تھیں۔ مسجد وسط شہر میں ہے باھر میلہ کا ساسماں تھا، مرد عورت بچے بوڑھے ہر طرف لوگ ھی لوگ نظر آ رہے تھے، معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے دوران قاھرہ میں اکثر لوگ رات کو جاگتے ھیں اور نماز فجر کے بعد سو جاتے ھیں، بازار ساری رات کھلے رھتے ھیں اور خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رھتا ہے۔ مصری لباس پر فرانسیسی تہذیب کے بےپناہ اثرات نظر آتے ھیں حالانکہ فرانسیسی حکمرانوں کا قیام یہاں صرف تین سال رہا۔ تقریباً نوے فیصد خواتین اسکرٹ پہنتی ھیں۔ سر ڈھانکنے کا کوئی سوال ھی نہیں۔ مرد تقریباً ۱۰۰ فیصد کوٹ پتلون پہنتے ھیں۔ اختلاط مرد و زن کوئی عیب نہیں۔ مرد اور عورت کا بانہوں میں بانہیں ڈال کر چلنا ایک مقبول انداز ہے۔

۱۴/ اکتوبر کو ھماری راھنمائی کیلئے ھمارے سفارتخانے کے ایک عربی دان رُکن جناب طاھر بٹ صاحب ھمارے ساتھ ھولئیے ۔ ان کے علاوہ ,,المجلس الاعلی للشئون الدینیة ،، کی جانب سے ایک پروٹوکول آفیسر جناب عطیه صاحب کا تعاون بھی حاصل ھو گیا ۔ اسی روز ھماری ملاقات مصر کے کثیر الاشاعت مجله اکتوبر کے نائب مدیر جناب عبدالوارث سے ان کے دفتر میں کرائی گئی اس ھفت روزہ کی اشاعت سوا لاکھ کے لگ بھگ ہے اور ادارتی کارکنوں کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے ۔ ابتدائی تعارف کے بعد جناب وارث صاحب نے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تحریک انقلاب اسلامی سے متعلق اپنے اعتراضات شروع کر دیئے ۔ مولانا کے ھاں اسلامی انقلاب کی اصطلاح کے تکرار سے وہ خاصے برھم نظر آ رہے تھے ۔ ھمارے لئے یه حیران کن بات تھی که مولانا کے خیالات و نظریات سے متعلق خاصی معلومات کے باوجود انھیں مولانا کی وفات کی اطلاع نہیں تھی ۔ تقریباً ایک گھنٹه کی اس نشست میں پاکستان میں عربی زبان کی ترویج ، پاکستان میں پائے جانے والے مختلف مکاتب فکر اور اس طرح کے دیگر موضوعات زیر بحث رہے ۔ اس دوران یه انکشاف ھوا که استاذ عبدالوارث کی معلومات کے مطابق پاکستان میں اسماعیلیوں کی اکثریت ہے ۔

اسی روز ھم نے مسجد سلطان پاشا ، مسجد الرفاعی اور مسجد محمد علی کے علاوہ قلعه صلاح الدین ایوبی بھی دیکھا ۔ یه مصر کا واحد وسیع و عریض اور عظیم الشان قلعه ہے ۔ ترکی طرز پر تعمیر کی جانے والی مسجد محمد علی بھی نہایت خوبصورت ہے ۔ اسی شام رات ساڑھے دس بجے ھمارے میزبان سپریم کونسل برائے امور دینیه کے چیئرمین اور وزیر اوقاف جناب ڈاکٹر احمدی ابو النور سے ملاقات کیلئے وقت مقرر تھا ۔ ھم نماز تراویح سے فراغت کے بعد جناب طاھر بٹ صاحب اور استاذ عطیه کے ھمراہ وقت مقررہ پر

مجلس کے دفتر میں پہنچے ـ اس مجلس میں مختلف اسلامی ممالک کے اہل علم کو نمائندگی دی گئی ہے اور اس وقت مصر میں پاکستانی سفیر راجہ محمد ظفر الحق صاحب بھی اس مجلس کے رکن ہیں ، جناب ڈاکٹر احمدی ابو النور صاحب سے ہم بےحد متاثر ہوئے ـ وہ نہایت صاحب علم اور خوش خلق انسان ہیں ـ تقریباً چھ سات سال تک الازہر میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے ـ موصوف علامہ اقبال سے بےحد متاثر ہیں ـ ان کی گفتگو کا بیشتر حصہ اقبال اور فکر اقبال سے متعلق تھا ـ مصر میں اب ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو پاکستان سے گہری محبت رکھتے ہیں ـ ان لوگوں میں جناب احمدی ابو النور سرفہرست ہیں ـ ان حضرات میں جناب عزالدین شرف کا نام بھی نمایاں ہے جو کئی سال اسلام آباد میں مصر کے سفیر کے طور پر متمکن رہے ہیں ان کی گفتگو کا بیشتر حصہ پاکستان کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہوتا ہے ـ وہ مصر میں پاکستان کے نقطۂ نظر کو جس طرح پیش کرتے ہیں اسکے لئے پوری پاکستانی قوم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں ـ جناب احمدی ابو النور صاحب کو صدر پاکستان نے دورہ پاکستان کی دعوت دی ہوئی ہے اور مستقبل قریب میں وہ پاکستان تشریف لانے کی خواہش رکھتے ہیں ـ

۱۵/ مئی کو تقریباً گیارہ بجے ہم فضیلہ الشیخ ، شیخ الازہر سے ملاقات کیلئے ان کے دفتر میں حاضر ہوئے ، شیخ الازہر جناب جادالحق علی جاد الحق جو اپنے منصب کی رعایت سے الامام الاکبر کے لقب سے معروف ہیں ، بہت بارعب شخصیت ہیں ـ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں خوش آمدید کہا ، معانقہ فرمایا اھلاً و سھلاً ، شرّفتم القاھرہ ، نوّرتم القاھرہ کے پر خلوص جملوں سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ـ گفتگو کے آغاز میں ، میں نے ادارہ تحقیقات اسلامی اور ادارہ سے شائع ہونے والے رسالوں کا تفصیلی تعارف کرایا اور بتایا کہ میں اردو رسالہ فکرونظر سے منسلک ہوں جس پر اُنہوں نے اظہار

ھی ایک شامیانہ لگا ھوا تھا جہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے اور سامنے اسٹیج پر ایک قاری صاحب تلاوت کلام پاک فرما رہے تھے ، معلوم کیا تو پتہ چلا کہ قاھرہ میں بعض مساجد کے ساتھ اس طرح کے تعزیت خانے بنے ھوئے ھیں ۔ جب کسی کے عزیز کا انتقال ھو جاتا ہے تو وہ اس طرح کا کوئی تعزیت خانہ مختص کروا لیتا ہے ۔ ایک قاری کا انتظام کر کے وھاں چلا جاتا ہے ، قاری صاحب وھاں تلاوت فرماتے ھیں اور وہ وھیں بیٹھ کر تعزیت کیلئے آنے والوں سے ملاقات کرتا ہے ۔

سولہ مئی کو جمعہ کا دن تھا ، ھم نے مسجد الامام الشافعیؒ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ ظاھر کیا ۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے ھم مسجد الشافعی پہنچے جو قاھرہ سے باھر ہے اور یہاں سے دیہی علاقہ شروع ھو جاتا ہے ، وسیع و عریض مسجد اس وقت تقریباً بھر چکی تھی ۔ ھم نے سب سے پہلے دنیائے اسلام کے عظیم امام،مفکر اور فقیہ کے مزار پر حاضری دی ۔ نہایت اونچی چھت والا یہ قدیم مزار ، صاحب مزار کی طرح نہایت پروقار ہے ۔ اندر داخل ھوتے ھی انسان پر ایک رعب و دبدبہ کی سی کیفیت طاری ھو جاتی ہے ۔ مزار پر عقیدتمندوں کا ھجوم تھا ، فاتحہ خوانی ھو رھی تھی اور مزار سے چمٹ کر رو رو کر لوگ دعائیں مانگ رہے تھے ۔ مزار کے ساتھ لکڑی کی بنی ھوئی جالی سے میں نے اندر جھانک کر دیکھا تو کثرت سے روپے پیسے نظر آئے جو عقیدتمند اندر پھینک رہے تھے ۔ مزار شریف کی حاضری اور فاتحہ خوانی سے فارغ ھو کر ھم مسجد میں آ گئے ، اسی دوران امام صاحب نے تقریر شروع کی ۔ رمضان اور روزہ ان کا موضوع تھا ۔ نہایت زور دار خطیب تھے اور پر از اثر تقریر کر رہے تھے ۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد ایک جنازہ آ گیا ۔ وھیں امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد ایک نہایت طویل دعا مانگی ، یہاں یہ ذکر بھی غیر ضروری نہ ھوگا کہ میں نے

مسرّت فرمایا ، اسی موقعه پر جناب زاهد اشرف صاحب نے اپنے رسالے کا تعارف کرایا ۔ میں نے عرض کیا که همارے لئے یه دن ایک یادگار دن کی حیثیت رکھتا ہے که آج هم دنیائے اسلام کی عظیم اسلامی درسگاه کے شیخ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کر رہے هیں ۔ اس لئے هم اس موقعه کو غنیمت جانتے هوئے آنجناب سے درخواست کرتے هیں که دنیائے اسلام کو آج جن مختلف النوع مسائل کا سامنا ہے ان کیلئے هم اپنے رسائل کے ذریعے کیا موثر کردار ادا کر سکتے هیں ، اس سلسلے میں آپ سے علمی راهنمائی کی استدعا ہے۔ جناب شیخ الازهر نے فرمایا که آپ هر شمارے میں کوئی آیت قرآنی لیکر اس کا ترجمه و تشریح اور تفسیری نکات بیان کریں اور اسی طرح احادیث،

میں نے عرض کیا که بلاشبه یه نهایت اهم اور بنیادی کام ہے اور اسی اهمیت کے پیش نظر همارے سینکڑوں رسائل یه فریضه سرانجام دے رہے هیں ۔ همارا رساله ایک تحقیقی ادارے کا ترجمان ہے اس لئے هم اس میں خالصةً تحقیقی مضامین و مقالات شائع کرتے هیں ۔ اس موقعه پر جناب زاهد اشرف نے مسلمانوں کی فرقه بندی سے متعلق جناب شیخ سے راهنمائی چاهی ۔ اسلامی اخوت کے جذبه سے سرشار هر مومن صادق کی طرح انهوں نے بهی فرمایا که جب تمام فریق بنیادی عقائد اسلام پر متفق هیں تو فروعی اختلافات کی بنیاد پر افتراق و انتشار کسی لحاظ سے بهی امت کے مفاد میں نهیں ۔ اپنے اپنے مسالک پر قائم رهتے هوئے امت کے متفقه مقاصد کے حصول کیلئے سب کو باهم مل کر جدوجهد کرنا چاهیئے۔ جناب شیخ الازهر کی کرم فرمائی سے یه ملاقات تقریباً پینتالیس منٹ جاری رهی ۔ اسی روز بعد نماز ظهر هم نے اهرام مصر بهی دیکھے ، جهاں یورپی سیاح کثرت سے موجود تھے ۔

رات کو نماز تراویح مسجد المکرم میں ادا کی ۔ مسجد کے ساتھ

مصر کی اکثر مساجد سے جہاں اذان سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت سنی وہاں بعض مساجد میں اذان سے پہلے اور آخر میں صلوۃ و سلام کی آوازیں بھی سنیں ۔ لیکن یہ امر نہایت اطمینان بخش ہے کہ مصر میں کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ مسجد کس مسلک کی ہے بلاتخصیص لوگ مساجد میں جاکر اللہ رب العزت کے حضور سربسجود ہوتے ھیں۔

مسجد سے باہر نکلے تو راجہ بازار راولپنڈی میں واقع سبزی منڈی کا سا منظر نظر آیا ۔ خوانچہ فروش سبزی فروش اپنے اپنے ریڑھوں کے اوپر کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز میں اپنے اپنے سودے کی ھانک لگارہے تھے ۔

اسی رات وزیر اوقات جناب ڈاکٹر احمدی ابو النور کی جانب سے نیل کے کنارے واقع شیفرڈ ہوٹل میں دعوت افطار دی گئی ، افطار میں سپریم کونسل کے ارکان کے علاوہ سفیر پاکستان اور پاکستان میں مصر کے سابق سفیر جناب عزالدین شرف بھی شریک ہوئے ۔ کھانے کے دوران پاکستان کی حالیہ سیاست سے لیکر مذہبی معاملات تک مختلف پہلو زیر گفتگو رہے ، جناب عزالدین شرف صدر پاکستان کی اسلامی پالیسیوں سے متعلق خاصے جذباتی انداز میں تعریفی کلمات کہتے رہے ، ان کے بقول صدر پاکستان کے تین بنیادی مقاصد ھیں :

(۱) تطبیق الشریعہ (۲) عربی زبان کی ترویج (۳) عالم اسلام کا اتحاد بالخصوص مصر ، پاکستان ، اور ترکی کا مستحکم اتحاد ۔

اسی نشست میں سفیر پاکستان نے جامع الازھر کی طرف وزیر موصوف کی توجہ مبذول کرائی اور تجویز پیش کی کہ وزارت اوقاف و مذہبی امور کے اراکین کو مختلف مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا چاھیئے تاکہ مساجد کی حالت بہتر بنانے کا موقع ملے ۔ اسی دوران میں نے وزیر موصوف سے اپنی اور اپنے رفیق زاھد اشرف صاحب کی مختلف مزارات پر حاضری کا ذکر کیا اور وھاں پر

عقیدتمندوں کی طرف سے جو عقیدت کے مظاہر هم نے مشاهده کئیے ان سے متعلق استفسار کیا که کیا یه سب کچھ وزارت اوقاف کی سرپرستی میں هوتا ہے۔ سوال تو وزیر موصوف سے تھا ، مگر جواب کیلئے جناب عزالدین شرف مستعد هوگئے ، اور میں کچھ حیران سا هوگیا، که جناب شرف جیسا باغ و بهار انسان یکدم لال سرخ هو گیا اور انهوں نے نهایت جذباتی انداز میں گفتگو فرمائی ، ان کا یه ارشاد تھا که جب آپ اپنے اعزه اولاد ، بیوی ، والدین کی محبت میں ان کو بوسه دینے میں کوئی عار نهیں سمجھتے اور نه هی اس میں آپ کو کوئی شرک و بدعت نظر آتی ہے تو کیا حضرت حسینؓ اور ان جلیل القدر هستیوں کی عزت آپ کے نزدیک اپنے اعزه سے کم ہے که ان کی تعظیم میں آپ کو تردد ہے۔ ان کے اس جواب پر میرے رفیق جناب زاهد اشرف کی رگ حمیت پھڑک اٹھی ، وه مناظرے کے میدان میں اترنا هی چاهتے تھے که راجه صاحب نے فوراً مداخلت فرمائی اور کها ,,بحث نهیں ،، ۔ جناب شرف کے نقطه نظر کی میز پر موجود مصری عمائدین نے بھرپور تائید کی ۔

تراویح سے فراغت کے بعد نیل کے کنارے سیر کا پروگرام بنا ، آزاد منش مصریوں کو نیل کی خنک هواؤں سے لطف اندوز هوتے دیکھا۔ غالباً گذشته صفحات میں بھی میں نے ذکر کیا ہے که مصر پر مغربی تهذیب کی گهری چھاپ ہے۔ چنانچه خواتین اور مردوں کی دوستی ، اور بانهوں میں بانهیں ڈال کر چلنا اور فرط محبت سے ایک دوسرے کا کثرت سے بوسے لینا کوئی عیب نهیں سمجھا جاتا اور نه اس کا کوئی نوٹس لیتا ہے۔ هم نے اس رات تقریباً اپنی ایک گھنٹه کی سیر کے دوران هر قدم پر ایسے بےشمار مناظر دیکھے ۔

ستره مئی کو هم نے مصر کے دو کثیر الاشاعت جرائد المصور اور الاهرام کے مطبع اور دفاتر کو دیکھا ، ان کے کارکنوں سے ملاقات

کی ، اور ہمیں تفصیلی معلومات سے نوازا گیا ۔ الاہرام کی بلڈنگ نہایت خوبصورت اور جدید سازوسامان سے آراستہ ہے۔ اسی شام سفیر پاکستان راجہ محمد ظفر الحق صاحب نے ہماری عزت افزائی کیلئے اپنی قیام گاہ پر دعوت افطار کا اہتمام کیا جس میں وزیر اوقاف سمیت وزارت اوقاف کے عہدیداروں اور مختلف جرائد و اخبارات کے ایڈیٹروں نے شرکت فرمائی ۔ دوران گفتگو مسئلہ افغانستان سے متعلق مصری صحافی دوستوں نے استفسار کیا جس کا جواب سفیر پاکستان نے شرح و بسط سے دیا اور مسئلہ افغانستان کے مالہ و ما علیہ پر روشنی ڈالی اور اس کے ساتھ مصری حکومت کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ۔

۱۸ مئی کو ہم مجمع البحوث الاسلامیہ جو شہر سے باہر تھوڑے سے فاصلے پر واقع ہے دیکھنے گئے ۔ متعدّد خواتین و حضرات جو ہمارے خیال میں وہاں کے محققین تھے برآمدوں اور سیڑھیوں میں کھڑے مختلف موضوعات پر تبادل خیال میں مصروف تھے ۔ مجمع البحوث کی عمارت جو باہر سے خاصی متاثر کن نظر آتی ہے اندر سے نہایت خستہ حالت میں ہے۔ فرنیچر نہایت ٹوٹا پھوٹا نظر آیا ۔ مختلف کمروں میں جھانک کر محققین کی زیارت کی کوشش کیگئی مگر کسی کو موجود نہ پایا ۔ یہاں امین (سیکرٹری جنرل) مجمع البحوث سے ملاقات ہوئی ، جو نہایت خوش خلق اور ملنسار ھیں ۔ انہوں نے بہت گرمجوشی سے ہماری پذیرائی کی اور مجمع سے متعلق معلومات فراہم کیں ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تحقیقی ذمہ داریوں کے علاوہ مجمع البحوث اس کا بھی ذمہ دار ہے کہ مصر میں کوئی دینی کتاب اسکی اجازت کے بغیر نہ داخل ہو سکتی ہے نہ چھپ سکتی ہے ۔

یہاں سے ہم مجمع البحوث دیکھنے گئے ۔ باہر سے آنے والے تمام طلباء اور وفود یہی ٹھہرتے ھیں ۔ دعوۃ و ارشاد کے سہ ماہی تربیتی

پروگرام میں شرکت کیلئے پاکستان سے گیا ہوا پندرہ رکنی علماء کا گروپ یہی سکونت اختیار کئے ہوئے ہے ، ہم علماء کرام سے ملنے ان کے کمروں میں گئے اور خاصی دیر ان کے ساتھ گذاری ۔

۱۹ مئی کو ہم ,,المجلس الاعلی ،، کی موٹر میں اسماعیلیہ دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے ۔ جناب فواد (پروٹوکول آفیسر) اور جناب ابراہیم مصری (جو پاکستانی سفارتخانہ میں اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر ہیں) بھی ہمارے ساتھ تھے ۔ ابراہیم صاحب قاہرہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں ۔ اسلامی علوم اور تاریخ پر خاصی نظر رکھتے ہیں اسلئے سفر بہت اچھا گذرا ۔ اسماعیلیہ کو مصر کی جنگی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل ہے ۔ اسی شہر میں امن معاہدہ کیلئے ابتدائی گفتگو ہوئی ۔ اور یہیں سے رمضان المبارک ۱۹۷۳ میں مصری فوج نے سویز عبور کر کے ایک کامیاب حملہ کے بعد اپنا علاقہ خالی کروا لیا تھا ۔ فی الواقع یہ نہایت مشکل معرکہ تھا جسے مصریوں نے نہایت جوانمردی اور جذبہ حب الوطنی سے سر کیا ۔

اسماعیلیہ میں گورنر صوبہ سے بھی ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا ۔ ملاقات اگرچہ مختصر تھی مگر نہایت خوشگوار ۔ گورنر صاحب نے جاننا چاہا کہ پاکستان میں اسلام کب داخل ہوا ۔ میں نے محمد بن قاسم کی آمد اور فتح سندھ کے پس منظر پر مشتمل مختصر جواب دیا جناب گورنر نے جناب زاہد اشرف صاحب کو اور مجھے اسماعیلیہ کے نشانات عطا کئیے ۔

۲۵ مئی کو ہم فراعنہ مصر کا اولین دارالحکومت الاقصر دیکھنے کیلئے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے ۔ علی الصباح ہی ہم وہاں پہنچ گئے ۔ سب سے پہلے ہمیں وہ قبریں دکھائی گئیں ، جہاں کچھ فراعنہ مصر اور ملکائیں تابوت میں محفوظ کر کے رکھی گئی تھیں ، یہ قبریں پہاڑوں کے اندر کمروں کی شکل میں ہیں ۔

شام کو فراعنہ مصر کا وہ معبد دیکھا جسکی تعمیر پر پندرہ سو سال کا عرصہ صرف ہوا ۔ اس میں ہماری شاہی مسجد کے میناروں جتنے بےشمار ستون ہیں اور ہر ستون پر کچھ عبارتیں اشارات کی زبان میں درج ہیں ، یہ بہت بڑا معبد ہے ، جس میں مختلف شکلوں کے طویل القامت بت رکھے ہوئے ہیں ، جو مرور زمانہ سے اب کہیں کہیں سے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں ۔

۲۱ مئی قاہرہ میں ہمارا آخری دن تھا (۲۲ مئی کو ہم نے عمرہ کے لئے جدہ روانہ ہونا تھا) ۔ اس دن ہم نے میدان التحریر میں واقع میوزیم کی سیر کی ۔ یہ بہت بڑا میوزیم ہے جسے دیکھنے کیلئے کم از کم پورا دن چاہیئے ۔ اسی میوزیم میں فرعون کی لاش محفوظ ہے ۔ ہم اسے تو دیکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ لیکن دیگر کئی لاشیں دیکھیں جو کپڑے کی پٹیوں میں لپٹی ہوئی تھیں ۔ اور ان کے چہرے کسی دھات کے خول سے ڈھکے ہوئے تھے اور اُس خول پر لاش سے متعلّق معلومات درج تھیں ۔

ضمناً یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ جاتے وقت ادارہ کی طرف سے مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں قیام قاہرہ کے دوران ادارہ کی لائبریری کیلئے مفید کتابیں بھی خریدوں ۔ ہر چند کہ وقت مختصر تھا اور مصروفیت بہت زیادہ لیکن رات کو بازار کھلے رہنے سے ہم نے خوب فائدہ اٹھایا اور جناب زاھد اشرف صاحب اور جامعۃ الازہر میں زیر تعلیم پاکستانی طالب علم مولانا تاج الدین صاحب کے تعاون سے تقریباً سات سو کتابیں خریدیں ۔

میرا یہ دورۂ قاہرہ ,,المجلس الاعلی ،، کی دعوت پر تھا مگر ادارہ کے تعاون کے بغیر اس کا امکان نہیں تھا ۔ چنانچہ اسکے لئے ادارہ تحقیقات اسلامی کا بےحد شکر گذار ہوں کہ مجھے اس معلوماتی سفر کے لئے ضروری سہولت مہیا کی گئی ۔ اس مطالعاتی دورہ کیلئے

جس انداز سے ,,المجلس الاعلی،، کے چیئرمین اور دیگر کارکنوں نے ہماری پذیرائی کی وہ لائق صد شکر ہے۔ جناب فؤاد اور جناب عطیه صاحب نے تاریخی مقامات سے متعارف کرانے کیلئے جس انداز سے ہمارے ساتھ تعاون کیا اور حق میزبانی ادا کیا وہ نہایت قابل ستائش ہے۔ اللہ جل شانه جزائے خیر عطا فرمائے۔

ڈاکٹر اسماعیل فاروقی

دنیا بھر کے علمی اور دینی حلقوں میں یه خبر نہایت افسوس اور غم و اندوہ کے ساتھ سنی گئی که کسی دشمن علم و انسانیت نے عالم اسلام کے نامور مفکر ، فلسفی اور خادم اسلام ڈاکٹر اسمعیل راجی الفاروقی کو چھری کے پے در پے وار کر کے شہید کر دیا ۔ ان کے ساتھ ان کی اهلیه ڈاکٹر لمیاء فاروقی کو بھی شہید کر دیا گیا ۔ ڈاکٹر فاروقی دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کے لیئے عموماً اور مغربی ممالک میں مقیم مسلمان طلبه اور اساتذہ کے لیئے خصوصاً ایک بڑے فکری سہارے کی حیثیت رکھتے تھے، مغربی تہذیب و تمدن اور جدید لادینی علوم و فنون پر ان کی معرکة الاراء علمی تنقیدوں نے دنیا بھر کے اهل علم سے اپنا لوھا منوا لیا تھا ،

ڈاکٹر اسمعیل فاروقی گو اصلاً فلسطینی تھے اور اب کئی عشروں سے امریکی شہریت کے حامل تھے لیکن پاکستان سے ان کو خاص انس تھا ۔ ۱۹۶۱ ء سے ۱۹۶۳ ء تک وہ ادارہ تحقیقات اسلامی سے وابسته رہے اور ادارہ کے نوجوان محققین کی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کی نگرانی کرتے رہے۔ ان کے تخصص کا اصل میدان تقابل ادیان اور بالخصوص مسیحیت اور مسیحی اخلاقیات کے موضوعات تھے ۔ مسیحی اخلاقیات پر ان کی عالمانه اور محققانه تصانیف کی علمی حیثیت اور مقام کا اعتراف خود مسیحی اهل علم بھی کرتے هیں ۔

مسیحیت کے فلسفۂ اخلاق پر ان کی بھر پور تنقیدیں غالباً جدید دنیائے اسلام میں مسیحیت کے ناقدانہ اور علمی مطالعہ کی پہلی اور ابھی تک آخری مثال ھیں ۔

گذشتہ چند سال سے انھوں نے مغربی علوم و فنون کی اسلامی خطوط پر تدوین نو کی جدوجہد شروع کی تھی ، اس کے لیئے دنیائے اسلام میں وہ ایک ایسی لہر پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جس کے اثرات آج مسلم ممالک کی علمی اور فکری زندگی میں محسوس کیئے جا سکتے ھیں ۔ اس ضمن میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کو ان کا خصوصی تعاون حاصل تھا ۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں ان کے تعاون سے یونیورسٹی نے ایک بین الاقوامی مذاکرہ کا اہتمام کیا تھا جس سے بہت سے مغربی علوم و فنون کی اسلامی تنقید کے میدان میں خاصی پیشرفت ہوئی تھی ۔ ڈاکٹر فاروقی نے اس اھم خدمت کے لئے امریکا میں ایک ادارہ بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ برائے فکر اسلامی کے نام سے بھی قائم کیا تھا ۔ ھماری دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے جانشین اس ادارہ کو انھی خطوط پر چلانے کی کوشش کریں گے جو ڈاکٹر شہید کے پیش نظر تھے ۔ اللہ تعالی مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے ۔ آمین

مولانا سید احمد سعید کاظمی

قحط الرجال کے اس دور میں جب کوئی شخصیت دنیا سے اٹھتی ہے تو یوں محسوس ھوتا ہے کہ اب جو خلا پیدا ھوا ہے وہ شاید کبھی بھی پر نہ ھوگا ۔ یوں تو یہ خلا زندگی کے ھر میدان میں نظر آ رہا ہے لیکن دینی علوم میں اس کے اثرات بدقسمتی سے بہت نمایاں ھیں ۔ پرانی طرز کے وہ علماء جو تفسیر ، حدیث ، فقہ ، کلام اور تصوّف کے ساتھ ساتھ معقولات و فلسفہ میں بھی ماھرانہ بصیرت کے حامل تھے رفتہ رفتہ اٹھتے جا رہے ھیں ۔ گذشتہ دنوں ملک کے نامور

مفکر ، مفسر قرآن اور محدث حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی کی رحلت کے نتیجہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ دیر تک پر ہونے کی توقع نہیں معلوم ہوتی ۔

علامہ کاظمی نے نصف صدی سے زائد مدّت تک تعلیم و تدریس کی جو شمع روشن کی اس کی ضیاپاشیاں ملک و ملّت کو عرصہ تک منور کرتی رہیں گی ۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور ہو یا ملتان کا مدرسہ انوار العلوم ، ہر جگہ طالبان علم ان کے علم و فضل سے فیضیاب ہوتے رہے ۔ علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے آپ نے ملک میں نفاذ اسلام کی مہم میں بھی اپنا قائدانہ حصہ ادا کیا ۔

ادارہ کے ارکان کی دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو اعلیٰ ترین درجات سے نوازے اور ملک و ملّت کو ان کی تصنیفی برکات سے متمتع ہونے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے ۔

*****